JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 14, Issue: 01, July – December 2020

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

ہندومت اور اسلام میں خواتین کا حق وراثت، تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

Comparative and Analytical Study of Women's Rights of Inheritance in Hinduism and Islam

*Hafiz Muhammad Yunus**
Research Scholar, Department of Usool Ud Din, University of Karachi, Karachi.

*Dr. Muhammad Ismail Arfi***
Assistant Professor, Department of Usool Ud Din, University of Karachi, Karachi.

Abstract

Women are considered to be the weakest and lowest class of society, human history shows that in the different cultures and religions, women are not treated fairly, which is still seen in many cultures. In the article below, the rights of women are presented comparatively and analytically in the light of Hindu and Islamic system of inheritance. According to Hindu law, a woman is given the right of inheritance but the unmarried daughter is entitled to inheritance while the married daughter is deprived of the right of inheritance, but the son of the married daughter becomes the inheritor in the absence of any other inheritors. Grand daughter has right of inheritance, but is deprived of inheritance as a mother, wives and sisters are also remain deprived from inheritance. Islamic law gave rights of inheritance to women whether she is a mother, wife or a daughter. It means a woman inherits wealth from her husband's wealth, brother's wealth, father's wealth and son's wealth. A woman collects wealth from multiple sides. In Islam, woman is not held financially responsible for providing other members of her family. Rather, man is obliged to provide for her in all household, therefore, Islam gives women their rights perfectly than any other religion.

Keywords: *Hindu law of inheritance, Islamic law of inheritance, Women Rights of Inheritance.*

CC BY

بر صغیر کے دو بڑے مذاہب ہندو مت اور اسلام ہیں۔ ہندو مذہب قدیم مذاہب میں سے شمار کیا جاتا ہے، جنوبی ایشیا، نیپال میں اور بھارت میں بالخصوص غالب اکثریت میں موجود ہے،۔بر صغیر میں مسلمانوں کی کم و بیش ایک ہزار سال حکومت رہی ہے اور اس کے بعد ہندوؤں اور انگریزوں کی بھی حکومت رہی ہے، موجودہ دور میں یہ خطہ مختلف ممالک میں تقسیم ہو چکا ہے اور اس تقسیم کا پس منظر ایک ہی چیز ہے اور وہ ہندو مسلمانوں کے مابین یکسر اختلاف ہے، ان کا رہن سہن، عقائد، تہذیب، اخلاق و اقدار، رسوم و رواج ہر شے مختلف ہے، دین اسلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے جبکہ ہندو مت ہزاروں معبودوں کی عبادت کرنے کا نام ہے۔ بالآخر دونوں مذاہب کا یہ اختلاف ہی اسلامی مملکت پاکستان کے وجود کی اساس قرار پایا جس کی بین دلیل مسلمانوں کی طرف سے پیش کردہ ''دو قومی نظریہ'' اور اس کی بنیاد پر علیحدہ مملکت کا مطالبہ تھا، مزید اس مطالبہ کی بنیادی وجہ کو اس دور کا مشہورِ زمانہ نعرہ واضح کر دیتا ہے جو تحریک پاکستان کی پہچان بن گیا'' پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ '' علماءِ ادیان ہندو مت کا تعارف کچھ یوں کرواتے ہیں:

محمد مظہر الدین صدیقی رقمطراز ہیں:

> "ہندو مذہب کا بانی کوئی ایک فرد نہیں، زردشت، موسیٰ اور عیسیٰ کی مانند ہمیں کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی جس کو ہندوؤں کا رہنما قرار دیا جاسکے یا جس کو اس مذہبی نظام میں مرکزی اہمیت حاصل ہو۔" 1

مذاہب عالم کے انسائیکلوپیڈیا میں مرقوم ہے:

> "غالباً دنیا کے تمام مذاہب میں سے قدیم ترین اور سب سے پیچیدہ مذہب ہندو مت ہے۔" 2

جبکہ اسلام کا تعارف کرواتے ہوئے لیوس مور نے لکھا اور مترجم نے اس کا کچھ یوں ترجمہ کیا:

> "اسلام دنیا کے بڑے مذاہب میں سب سے کم عمر مذہب ہے۔ یہ افریقہ میں اپنی تبلیغی سرگرمی کے ساتھ تیزے سے آگے بڑھنے والا اور مشرق وسطیٰ وافریقہ کی نام نہاد تیسری دنیا کی اقوام کا نمایاں اور غالب مذہب ہے۔ مزید برآں یہ دنیا کے تمام مذاہب میں نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ عناصر بانی اسلام کی ہمہ جہت شخصیت اور ایک تیز ترین اشاعتی دور کے ساتھ مل کر اسلام کو مذاہب عالم میں ایک دلچسپ اور اہم ترین مذہب بناتے ہیں۔ اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ خدا صرف ایک ہے، جسے اللہ کہتے ہیں اور یہ وہی خدا ہے جس کی دیگر مذاہب میں دوسرے ناموں کے تحت عبادت کی جاتی ہے۔ وہ کائنات کا قادر مطلق اور حاکم اعلیٰ ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں دیگر پیغمبروں کے ذریعہ خود کو متعارف کرایا ہے مگر اس کی بہترین اور آخری وحی ساتویں صدی عیسوی میں حضرت محمد کے لیے تھی۔ ان تعلیمات کے مطابق اہل ایمان کے پاس صرف ایک زندگی ہے۔ اس زندگی کو بسر کرنے پر ہی ان کی ابدی زندگی کا انحصار ہے۔ اس ایک زندگی میں مومن کو اللہ کی رضا کے آگے سر جھکا دینا چاہیے۔ اسی لیے اس مذہب کے پیروکار مسلمان (اطاعت گزار) کہلاتے ہیں۔" 3

ان عبارات کی روشنی میں اسلام اور ہندو مت کی تعارفی تصویر واضح ہو گئی ہے، جس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہندو مت اور اسلام دو مستقل مذاہب ہیں تقابل ادیان کے طلبہ دونوں مذاہب کے مابین عقائد و نظریات کے اختلاف سمیت رسوم و رواج کے اختلاف سے

واقف ہیں مذکورہ ضروری تعارف پیش کرنے کے بعد اس مضمون میں ہندومت اور اسلامی قوانین کی رو سے خواتین کے حقِ وراثت کو بیان کیا جائے گا۔

عورت معاشرے کا کمزور ترین طبقہ

انسانی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت معاشرے کا انتہائی کمزور و ناتواں طبقہ ہے، جسے "صنفِ نازک" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ مختلف معاشروں میں عورت کو کس قسم کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، ایرانی ہو یا یونانی تہذیب ہو یا رومی ایک بات ان تمام تہذیبوں میں مشترک نظر آتی ہے کہ ان تہذیبوں میں عورت کو غلاموں جیسی ہی حیثیت دی جاتی تھی، مولانا جلال الدین عمری تحریر کرتے ہیں:

> "غلاموں کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا' مرد اسی غرض سے شادی کرتا تھا کہ بیوی سے فائدہ اُٹھاسکے گا' وہ کسی عہدہ کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی' حتی کہ کسی معاملے میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔ رومی سلطنت میں اسے قانونی طور پر کوئی حق حاصل نہ تھا۔" 4

ہندومت میں عورت کا مقام

ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت کے دو پہلو نظر آتے ہیں ایک پہلو مثبت یا مثبت سے بھی زیادہ افراط پر مشتمل ہے تو دوسرا پہلو سراسر منفی اور ظلم پر مشتمل ہے، مثبت پہلو کی نظر سے دیکھیں تو قدیم ہندو معاشرے میں عورت ایک قابل رشک مقام کی حامل تھی، ویدک عہد سے لے کر برہمنا عہد تک کی تمام مقدس کتب اور روایات گواہی دیتی ہیں کہ عورت سماج میں ایک قابل تکریم ہستی تھی۔ معاشرتی، معاشی اور مذہبی اعتبار سے ان کا مقام بالکل مردوں کے مساوی تھا۔ 5

منودھرم شاستر میں ہے:

> " خود اپنی فلاح کے خواہاں باپوں، بھائیوں اور بہنوئیوں کو چاہیے کہ وہ اپنی عورتوں کی توصیف و تکریم کریں۔ جہاں عورتوں کی عزت کی جاتی ہے وہاں دیوتا خوش رہتے ہیں اور جہاں ان کی عزت نہیں کی جاتی وہاں کسی طرح کی مقدس رسوم کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جس گھر میں خواتین رشتہ دار ہنسی خوشی نہیں رہتیں، سارا خاندان جلد برباد ہوجاتا ہے لیکن جہاں انہیں خوشی ملتی ہے سارا کنبہ پھولتا ہے۔ جن گھرانوں میں خواتین کی حسب مرتبہ تکریم نہیں ہوتی لعنت سے دوچار ہوتے ہیں گویا کسی جادو کے زیر اثر ہوگئے ہوں۔ چنانچہ جو مرد فلاح کے خواہاں ہوں انہیں تہوار کے دن اپنی عورتوں کو زیورات، پارچہ جات اور اچھی خوراک کے تحائف دے کر تکریم کرنی چاہیے۔ جس خاندان میں بیوی اپنے خاوند اور خاوند اپنی بیوی سے خوش ہے وہاں خوشی یقیناً دیرپا ہوگی۔" 6

البتہ ہندومت میں ایسی صورتیں بھی ہیں جن کا منفی ہونا واضح ہے اور ان کی مناسب توجیہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں مثلاً ہندو معاشرہ میں بیوہ عورت اول تو شوہر کی وفات کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لیے زیب وزینت چھوڑ دیتی ہے، شادی شدہ عورت کی پہچان سرخ اور رنگ برنگی ساڑیاں اور چوڑیاں اور ماتھے پر سرخ سندور جو اس کے سہاگ کی زندگی علامت ہوتا ہے، سہاگ اجڑتے ہی اس کی زندگی بھی ان

سارے رنگوں سے دور ہو جاتی ہے اور سرخ سندور اور رنگ برنگی ساڑیوں کی بجائے اب اس کی پہچان سفید ساڑی ہی رہ جاتی ہے، جسے کسی صورت مذہبی قوانین کو اپنانے والی عورت ترک کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اب اسے دوہرے ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایک تو درندہ صفت بھیڑیئے نما انسان اس کی عزت کے درپے ہوتے ہیں تو دوسری طرف اسے دوبارہ شادی کی بھی اجازت نہیں، تیسری طرف اپنی اور اپنے بچوں کی گزرانِ زندگی کے لیے اسے کوئی وسیلہ بھی نظر نہیں آتا، مزید یہ کہ ظالم معاشرہ اسے ہی طعنے دیتا نظر آتا ہے کہ یہ عورت ہی منحوس ہے اس کی منحوسیت کی دلیل ہی یہ ہے کہ یہی اپنے شوہر کی موت کا سبب ہے۔

اس سے ایک قدم اور آگے بڑھیں تو ہندومت میں شادی کی ایک قسم "نیوگ" ہے جو اگرچہ تمام ہندوؤں کے ہاں نہیں لیکن بعض فرقوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے، یہ سراسر عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی کی ایک صورت ہے اور بے حیائی کا جو تصور سامنے آتا ہے اسے بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔ "نیوگ" سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی عورت کی اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ حصول اولاد کے لیے اپنے دیور یا دس غیر مردوں سے ہم بستر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ منو دھرم شاستر میں ہے:

"اولاد حاصل نہ کر سکنے والی عورت اپنے دیور یا جیٹھ یا کسی اور مرد کے ساتھ اولاد کے لیے مباشرت کر سکتی ہے۔" 7

"مقصد پورا ہو جانے کے بعد دونوں فریقین ایک دوسرے کے لیے باپ اور بہو کی طرح ہوں گے۔" 8

یہ تو تھیں وہ دو صورتیں جن میں ہندو عورت زندہ تو ہوتی ہے لیکن ظلم و عصمت دری کی واضح تصویر کی صورت میں۔ اس کے علاوہ اس بیوہ عورت کے پاس ایک اور حل بھی ہے اور وہ شوہر کی چتا کے ساتھ ہی زندہ راکھ ہو جانا، عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی کی اس داستان المناک کو "ستی" کے نام سے جانا جاتا ہے، جس میں بیوی اپنے شوہر کی میت کے ساتھ اس کی چتا میں جل کر مر جاتی ہے اور عقیدے کے مطابق وہ اس طرح اپنے شوہر کے ساتھ وفا کرتی ہے۔ لہٰذا جو عورت شوہر کی چتا پر جل کر مر جاتی ہے وہ پاکباز اور باعفت سمجھی جاتی ہے۔ 9

عورت یونہی زمانہ قدیم سے ستی کی اس ظالمانہ رسم کا شکار ہوتی رہی اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے البتہ اس میں خاصی کمی آئی ہے اور اس کمی کے اسباب میں سے ایک سبب ہندومت میں مختلف ادوار میں اٹھنے والی مذہبی تحریکیں ہیں، جنہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی، نتیجتاً اس میں کمی آئی، مثال کے طور پر ایک تحریک جسے برہمو سماج تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے، اس تحریک نے ہندومت میں بت پرستی سمیت مختلف قسم کی رسومات کے خلاف آواز اٹھائی، برہمو سماج نے خاص طور سے ہندومت میں عورت کی پسماندگی کو دور کرنے کی جدوجہد کی۔ برہمو سماج نے ستی کے خلاف زبردست مہم چلائی، بیوہ عورتوں کی شادی پر زور دیا اور عورتوں کی تعلیم پر توجہ دی تاکہ عورت معاشرے میں خود کو مفید بنا سکے۔ 10

1839ء میں لارڈ بنٹنگ نے اسے قانونی طور پر جرم قرار دیا اور جو اس میں مددگار ثابت ہوگا وہ بھی مجرم ہوگا۔ یوں اس ظالمانہ رسم میں کمی کی راہ ہموار ہوئی۔ اس تفصیل سے ہندومت میں عورت کی مظلومانہ حیثیت کا خاکہ واضح ہو جاتا ہے اب ہم ہندومت میں عورت کو دیئے گئے حقِ وراثت کے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

ہندومت میں حق وراثت

عورت ایک زندہ جان ہے اور جان بھی ایسی ہے کہ جسے انسان کہا جاتا ہے، لہٰذا جس طرح مرد کی ضروریات ہیں اور ان کی انجام دہی کے لیے اسے مال وزر اور وراثت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عورت بھی ان ضروریات کی محتاج ہے۔

عورت کی کئی ایک حیثیتیں ہیں، مثلاً بہن، بیٹی، بیوی، ماں وغیرہ۔ عورت کے حق وراثت کے حوالے سے دیکھا جائے گا کہ ان تمام حیثیتوں میں عورت کو کیا حصہ ملتا ہے؟ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ماں کا حصہ

باوجود اس کے کہ ماں کے بارے میں خوب حسن سلوک کے حوالے سے ہندومت میں تعلیمات موجود ہیں لیکن ماں کے لیے کوئی مقررہ حصہ نہیں۔ البتہ بیٹا اس کے اخراجات کا پابند ہوتا ہے۔

بیوی کا حصہ

ایک طرف تو ہندومت میں بیوی کی حیثیت یہ بیان کی گئی ہے کہ بیوی کے حاملہ ہونے کے بعد گویا کہ شوہر اس سے دوبارہ جنم لیتا ہے، ممکن ہے یہ تکریم و تعظیم کے انداز کے لیے تمثیل ہو۔ لیکن شوہر کے مال وراثت میں اس کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا۔

غیر شادی شدہ بیٹی کا حصہ

بیٹی کی جب تک شادی نہ ہو تو اس کے اخراجات کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اسے حق وراثت دیا گیا ہے، لیکن شادی ہوتے ہی وہ اس حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ منو دھرم شاستر کی رو سے کنواری لڑکی کو باپ کی وراثت سے ہر بھائی کی وراثت کا چوتھا حصہ ملے گا۔11

شادی شدہ بیٹی کا حصہ

ہندو معاشرے میں مذہبی تعلیمات کے مطابق اسے وراثت کا حق نہیں، اس کی شادی کے اخراجات اسی حق وراثت سے ادا کیے جائیں گے اور شادی ہو جانے کے بعد ہر قسم کے خرچے بند کر دیئے جائیں گے۔12 شادی شدہ عورت کو ہندو سماج میں جب بیاہ کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ سسرال کے حوالے کر دیا جاتا ہے، اس موقع پر اس کی شادی پر کیا جانے والا خرچہ جس میں جہیز ایک لازمی حصہ بن چکا ہے، سسرال کی طرف سے خصوصی مطالبے کیے جاتے ہیں اور عورت کے سرپرستوں کو بہن یا بیٹی کا گھر بسانے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اسے جہیز دے کر عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب یہ وراثت کی حق دار نہیں۔ پھر جہیز دینے میں عورت کی منشاء کا کوئی دخل نہیں ہوتا یا تو اس کے والدین جو چاہیں دیں اور لڑکے والوں کی طرف سے جو مطالبہ ہو، ایسے میں وہ لوگ جو لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ نہ ہونے پر یا جہیز سے روک دینے پر یا کسی بھی وجہ سے جہیز نہ دیں وہ بھی وراثت کے مال سے عورت کو کچھ نہیں دیتے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے میں عورت کی ذاتی خواہش کہاں گئی؟ اس کا حق کہاں گیا؟ جہیز ملنے کی صورت میں بھی اسے وراثت کا متبادل کیونکر سمجھ لیا گیا بالخصوص اس وقت جب دینے والوں نے اپنی رضامندی سے دیا ہو اور عورت کی اس میں کوئی خواہش شامل نہ ہو۔ بہر کیف ان

تمام وجوہات کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورت کے حق وراثت کا جہیز کو متبادل سمجھنا، شادی ہوتے ہی اسے وراثت سے بے دخل سمجھنا انتہائی ظالمانہ روش ہے۔ جو خواتین کے ساتھ مزید کئی ایک بدسلوکیوں کی وجہ بنتی ہے، مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ بیٹی خود تو وارث نہیں بن سکتی لیکن اگر کسی شخص کا بیٹا نہ ہو تو وہ ناتی (نواسہ) 13 کو وراثت کے لیے مقرر کرے گا، 14 نانا کی آخری رسوم بھی یہی ادا کرے گا۔ 15 نواسہ اپنے نانا کی وراثت اور والد کی وراثت بھی پائے گا۔ اگر اس بیٹی کے بیٹے کے بعد نانا کے یہاں بھی نرینہ اولاد ہو جاتی ہے تو اب اس بیٹے اور نواسے دونوں کو آدھا حصہ ملے گا۔ لیکن بیٹی کو شادی شدہ ہونے کے باعث وراثت نہیں ملے گی ۔ 16 کسی شخص کی نرینہ اولاد نہ تھی اور اس نے بیٹی کو مقرر کر دیا کہ اس کا بیٹا میری وراثت لے گا اور آخری رسوم بھی ادا کرے گا، اور اس بیٹی کے یہاں بھی نرینہ اولاد نہ ہو تو اس صورت میں وراثت کا حق دار بیٹی کا شوہر ہو گا وہی رسوم ادا کرے گا۔ 17 اس تفصیل کی رو سے ایک صورت یہ تھی کہ بیٹی وارث بنتی اور بالآخر بیٹی کی وراثت اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتی، لیکن یہاں ایسا نہیں کیا جارہا آخری رسوم اور وراثت کا حق دار بیٹا، اس کی عدم موجودگی میں نواسا، یہ بھی نہ ہو تو داماد اور وہی وارث کہلانے کا بھی حق دار ٹھہرتا ہے۔ بیٹی کو یوں وراثت سے بے دخل کرنا کہ کسی (نواسہ یا داماد) کی وراثت کا سبب تو بنے گی لیکن براہ راست خود وارث کہلائے جانے کی حق دار نہ ہو اسے کیسے قرینِ انصاف کہا جاسکتا ہے۔

بہن کا حصہ

بہن بھائی کا باہمی رشتہ بہت ہی عظیم رشتہ ہے، جس کی کوئی قیمت نہیں، نہ ہی دنیا میں ایسا کوئی رشتہ ہو سکتا ہے، ہندومت میں بہن بھائی کے رشتے کی ایک تصویر تو یہ ہے کہ جسے رکشہ بندھن کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر سال ہندو سال شرون جو کہ جولائی کے وسط سے اگست کے وسط تک ہوتا ہے اس میں پورے چاند کی رات سے شروع ہو کر ایک ہفتہ تک چلنے والا تہوار ہے جو کہ ہر سال بڑے جوش و خروش کے ساتھ منایا جاتا ہے، اس میں ہر عمر کے بہن بھائی اس کو یوں مناتے ہیں کہ بہن اس دن خاص پوجا کرتے ہوئے بھائی کے ہاتھ میں راکھی باندھتی ہے اور اس کی سلامتی کے لیے پوجا کرتی ہے، بھائی اس موقع پر بہن کو مختلف قسم کے تحائف سے نوازتا ہے، شادی شدہ بہن اس موقع پر اپنے سسرال سے میکے آتی ہے اور بھائی کے ساتھ پیار و محبت کی یہ ریت نبھاتی ہے۔ 18 بہن بھائی کے درمیان یہ محبت قابل تعریف ہے، لیکن ہندومت کا دوسرا رخ یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ بہن وراثت کی حق دار نہیں ہوتی، یہ پہلو قابل مذمت ہے، کہ وہ بہن جو ہر سال بھائی کی سلامتیوں کے لیے مخصوص پوجا بھی کرتی ہو، دور دراز علاقوں میں واقع سسرال سے خصوصی طور پر اسی لیے اپنے میکے آتی ہو لیکن وہ بہن زندگی میں جس قسم کے تحفے تحائف دیتی یا سمیٹتی رہے، لیکن بھائی کے مرنے کے بعد وہ اس کی وارث نہیں رہتی۔ 19

نواسی کا حصہ

منو دھرم شاستر کی رو سے ماں کی دولت کا بیٹی کو حق ہے، مزید یہ کہ نواسیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتے ہوئے انہیں مال وراثت میں سے کچھ حصہ دے دیا جائے۔ 20

برہمنی سوتن کی بیٹی کا حصہ

لاولد عورت کا مال کسی صورت میں شوہر کو ملتا ہے تو کسی صورت میں والد کو، لیکن اگر عورت کی شادی ایسے گھر میں ہو جہاں مختلف ذات کی سوتنیں ہیں تو ایسی بے اولاد عورت کے مرنے کے بعد اسے والد کی طرف سے ملنے والے مال کی حق دار برہمنی سوتن کی بیٹی ہوگی۔21

اسلام میں عورت کی حیثیت

ایک زمانے میں خواتین کو دوسرے درجے کی مخلوق تصور کیا جاتا تھا، اسلام سے قبل دنیا کی باقی تہذیبوں کی طرح اسلام سے پہلے کے عرب میں بھی انہیں بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اسلام نے ان کی حیثیت کو لوگوں کے خود ساختہ امتیاز اور ناجائز تسلط سے دور کر دیا۔ خواتین کو زندگی کے تمام شعبوں میں ایک منصفانہ حیثیت دی گئی اور ان کی جسمانی، نفسیاتی، مالی اور معاشرتی ضروریات کو بجا طور پر پورا کیا گیا۔ پھر ایسا وقت بھی آیا کہ ہجرت کے بعد قائم کی گئی نئی اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں خواتین اس قابل ہوئیں کہ معاشرے کی بہبود و ترقی میں وہ اپنا نمایاں اور فعال کردار ادا کر سکیں۔ تاریخ اسلامی کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ پھر ہر دور میں خواتین کا اپنی ہی حیثیت میں نمایاں کردار رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں جہاں امت کے سب سے افضل طبقہ میں صحابہ کرام کا روشن تذکرہ ہے تو صحابیات کا بھی تفصیلی تذکرہ موجود ہے، ازواج مطہرات کا مکمل تعارف کتب سیرت اور کتب تاریخ میں موجود ہے، پھر آگے تک تابعین، تبع تابعین سے لے کر تا حال ہر دور کی خواتین اور ان کی خدمات اوراق تاریخ کا حصہ ہیں۔ جس کا کوئی ذی مطالعہ شخص منکر ہو سکتا ہے نہ ہی اس کی تردید کا کوئی جواز ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اسلامی متون، مختلف امور زندگی میں خواتین اسلام کے مختلف کارنامہ ہائے بیان کرتے ہیں، جن میں خواتین کا گھر کے معاملات سنبھالنا، میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، حج و عمرہ کے قافلوں میں خواتین کا شریک ہونا، الغرض اس قسم کے دیگر امور میں خواتین کا کام نظر آتا ہے۔

اسلام نے عورت کو معاشرے میں ایک مستقل شخصی حیثیت دی ہے اس کا آزاد وجود تسلیم کیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾22

"اے مومنوں! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔ اور نہ ہی انہیں اس لیے روکے رکھو کہ جو مال (حق مہر وغیرہ) تم انہیں دے چکے ہو اس کا کچھ حصہ اڑالو۔ اِلّا یہ کہ وہ صریح بدچلنی کا ارتکاب کریں۔ اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناگوار ہو مگر اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو۔"

قرآن کریم میں ایک مقام پر ہے:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْــــَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا﴾ [23]

"اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنّا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

اس آیت کے سببِ نزول کے حوالے سے متعدد احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

((يَغْزُو الرِّجَالُ وَلَا تَغْزُو النِّسَاءُ وَإِنَّمَا لَنَا نِصْفُ المِيرَاثِ))

"مرد لوگ جہاد کرتے ہیں، ہم اس سے محروم ہیں۔ میراث میں بھی ہمارا نصف حصہ ہے؟" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔24

مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہاکے اس سوال کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں: "مقصد اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی تمنا تھی کہ اگر ہم لوگ بھی مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل ہمیں بھی حاصل ہو جاتے، بعض عورتوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد میں حصہ لیتے اور جہاد کی فضیلت ہمیں حاصل ہو جاتی۔"25

اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

"اجر وثواب میں مرد و عورت برابر ہیں:۔ مرد ہو یا عورت جس کی نیت میں خلوص زیادہ ہوگا تو اس کو اس کے مطابق اجر ملے گا اور اگر عورت ہمت اور قوت کار کی استعداد میں کم ہونے کے باوجود وہی نیکی کا کام سرانجام دیتی ہے جو مرد نے دیا ہے تو یقیناً عورت کو اس کا اجر زیادہ ملنا چاہیے۔ گویا ثواب کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ دوسرے عوامل ثواب کی کمی بیشی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اب اگر کوئی عورت اس انداز سے سوچنا شروع کر دے کہ مرد کے تو اللہ نے میراث میں دو حصے رکھے ہیں اور عورت کا ایک۔ یا یہ کہ مرد کو اللہ نے عورتوں پر حاکم بنا دیا ہے اور عورتیں محکوم ہیں یا کوئی مرد اس انداز سے سوچنا شروع کر دے کہ اخراجات کی سب ذمہ داریاں تو مرد پر ڈال دی گئی ہیں۔ پھر عورت کا میراث میں مفت میں ہی حصہ مقرر کر دیا گیا ہے یا یہ کہ مرد اپنی بیوی اور بال بچوں کی خوراک، پوشاک، رہائش، تعلیمی ذمہ داریوں کے مکمل اخراجات کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے کہ وہ جیسے بھی بن پڑے کما کر لائے اور اہل خانہ کی خدمت میں پیش کر دے تو اس طرح تو مرد اپنے اہل خانہ کا خادم ہوا حاکم کیسے ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قسم کے غلط اندازِ فکر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں اس حیثیت سے دیئے ہیں کہ وہ ہر ایک بات کو خوب جانتا ہے لہٰذا اگر تم میں سے کسی کو کچھ کسر معلوم ہوتی ہے تو اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ وہ بڑا صاحب فضل ہے اور تمہاری سب کمزوریاں اور کوتاہیاں دور کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔"26

مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اس پر بڑی نفیس بحث کی ہے، جس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے بہ تقاضائے حکمت و مصلحت جو کمالات و فضائل لوگوں میں تقسیم فرمائے ہیں کسی کو کوئی وصف دے دیا کسی کو کوئی، کسی کو کم کسی کو زیادہ، اس میں ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی اور خوش رہنا چاہیے، دوسرے کے فضائل و کمالات کی تمنا میں نہ پڑنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ اپنے لئے رنج و غم اور حسد کے گناہ عظیم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔جس کو حق تعالیٰ نے مرد بنا دیا وہ اس پر شکر ادا کرے جس کو عورت بنا دیا وہ اسی پر راضی رہے اور سمجھے کہ اگر وہ مرد ہو جاتی تو شاید مردوں کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکتی اور گنہگار ہو جاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت پیدا کیا ہے وہ اس پر شکر گزار ہو کہ اس کو ایک نعمت ملی اور جو بد صورت ہے وہ بھی رنجیدہ نہ ہو اور سمجھے کہ میرے لئے اسی میں کوئی خیر مقدر ہو گی، اگر مجھے حسن و جمال ملتا تو شاید کسی فتنہ اور خرابی میں مبتلا ہو جاتا جو شخص نسب کے اعتبار سے سید ہاشمی ہے وہ اس پر شکر کرے کہ یہ نسبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور جس کو یہ نسبت حاصل نہیں وہ اس فکر میں نہ پڑے اور اس کی تمنا بھی نہ کرے، کیونکہ یہ چیز کسی کو کوشش سے حاصل ہونے والی نہیں اس کی تمنا اس کو گناہ میں مبتلا کر دے گی اور بجز رنج و غم کے کچھ حاصل نہ ہو گا بجائے نسب پر افسوس کرنے کے اعمال صالحہ کی فکر میں زیادہ پڑے، ایسا کرنے سے وہ بڑے نسب والوں سے بڑھ سکتا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

"اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی شخص کے علمی، عملی، اخلاقی فضائل کو دیکھ کر ان کی تمنا اور پھر تمنا پوری کرنے کے لئے سعی و عمل اور جدوجہد کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔یہاں ایک مغالطہ بھی رفع ہو گیا جس میں بہت سے ناواقف مبتلا ہوا کرتے ہیں بعض تو غیر اختیاری فضائل کی تمنا میں لگ کر اپنے عیش و آرام اور سکون و اطمینان کو دنیا ہی میں برباد کر لیتے ہیں اور اگر نوبت حسد تک پہنچ گئی، یعنی دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا ہونے لگی تو آخرت بھی برباد ہوئی، کیونکہ حسد کے گناہ عظیم کا ارتکاب ہوا۔اور بعض وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی سستی کم ہمتی بلکہ بے غیرتی سے اختیاری فضائل حاصل کرنے کی بھی کوشش نہیں کرتے اور کوئی کہے تو اپنی کم ہمتی اور بے عملی پر پردہ ڈالنے کے لئے قسمت و تقدیر کے حوالے دینے لگتے ہیں۔اس آیت نے ایک حکیمانہ اور عادلانہ ضابطہ بتلا دیا کہ جو کمالات و فضائل غیر اختیاری ہیں اور ان میں انسان کا کسب و عمل موثر نہیں جیسے کسی کا عالی نسب یا حسین و خوبصورت صورت پیدا ہونا وغیرہ ایسے فضائل کو تو حوالہ تقدیر کرکے جس حالت میں کوئی ہے اسی پر اس کو راضی رہنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اس سے زائد کی تمنا بھی لغو، فضول اور نقد رنج و غم ہے۔اور جو فضائل و کمالات اختیاری ہیں جو کسب و عمل سے حاصل ہو سکتے ہیں ان کی تمنا مفید ہے، بشرطیکہ تمنا کے ساتھ کسب و عمل اور جدوجہد بھی ہو اور اس میں اس آیت نے یہ بھی وعدہ کیا کہ سعی و عمل کرنے والے کی محنت ضائع نہ کی جائے گی بلکہ ہر ایک کو بقدر محنت حصہ ملے گا مرد ہو یا عورت۔" 27

قرآنی آیات اور مفسرین کی مذکورہ عبارات سے واضح ہو گیا کہ دینِ اسلام مرد و عورت کو کس قسم کا مقام دیتا ہے، یقیناً اس کی نظیر کسی اور مذہب میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔مزید یہ کہ دورِ جاہلیت میں ظلم کی چکی میں پستی، سسکتی، جبر و استبداد کی اس تصویر کے لیے اسلام کی

روشن تعلیمات ''مسیحا'' بن کر آئیں اور دورِ جاہلیت میں عورت کے ساتھ ہونے والے ظلم کی تمام داستانیں ماضی ہو کر رہ گئیں۔اور دین اسلام نے اسے ایک مستقل معاشی ، معاشرتی مقام دیا، جس میں اس کی صنفی نزاکت و کمزوری کا مکمل لحاظ رکھا گیا۔

اسلام میں عورت کا حق وراثت

اسلامی ذرائع تمویل کے بارے میں مسلمانوں کی طرف سے بہت کچھ لکھا گیا[28] جس کا ایک حصہ قانون وراثت ہے، جہاں تک خواتین کے حقِ وراثت کا تعلق ہے تو تحقیق سے واضح ہو جاتا ہے کہ خواتین کو دین اسلام نے جو عزت بخشی اور معاشرتی مقام دیا، اس کی روشن مثال انہیں حق وراثت میں شایانِ شان حصہ دینا ہے، دین اسلام میں خواتین کی مختلف حیثیتوں کے مطابق حصہ دیا گیا ہے، یوں اس کی مختلف صورتیں وجود میں آتی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے :

بہن کی حیثیت سے عورت کا استحقاق وراثت

بہنوں کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً سگی بہن، علاتی بہن (باپ کی طرف سے بہن)، اخیافی بہن (ماں کی طرف سے بہن) ۔ان تینوں حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے حصے میں بھی تبدیلی آئے گی جیسا کہ درج ذیل ہے۔

سگی بہن

سگی بہن جس عربی زبان میں اخت الشقیقۃ کے نام سے جانا جاتا ہے اس سے مراد وہ بہن ہے، جس کے والد اور والدہ ایک ہی ہوں۔مزید اسے عینی یا حقیقی بہن بھی کہا جاتا ہے، بہن ایک عظیم رشتہ ہے، بھائیوں کو اس رشتے کی قدر کرنی چاہیے، ان کی دیکھ بھال، عزت، حفاظت مالی کفالت اس وقت تک کی جائے گی کہ جب تک وہ شادی شدہ نہ ہوں شادی کے بعد اس حوالے سے ذمہ داری شوہر پر عائد ہو جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود بہنوں کے اس عظیم رشتے کا تعلق برقرار رہتا ہے اور اس سے متعلقہ دیگر حقوق کی ادائیگی ضروری ہے ،اسلام ان حقوق کی تلقین کرتا ہے، جن میں سے ایک حق وراثت ہے، شادی شدہ ہو جانے سے بہن بھائی کا رشتہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ویسے ہی برقرار رہتا ہے، اسلیے دین اسلام میں اس کا حصہ رکھا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سگی بہن اکیلی (اس کے مزید بہن یا بھائی نہ ہوں) ہے اور میت کی کوئی اولاد (خواہ بیٹا ہو یا بیٹی) نہیں اور والد بھی نہیں تو اس صورت میں بہن کل مال میں سے نصف کی مستحق ہو گی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے :

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَه وَلَدٌ وَّلَه اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ﴾[29]

یعنی: " (اے پیغمبر) لوگ تم سے (کلالہ کا حکم) پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ (وہ میت جس کے ورثاء میں نہ باپ دادا حیات ہوں اور نہ ہی اولاد۔30) کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص اس حال میں مر جائے کہ اس کی اولاد نہ ہو، اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکے میں سے آدھے کی حق دار ہو گی۔"

ایک سے زائد ہونے کی صورت میں دو تہائی مال ان بہنوں کے مابین تقسیم کیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

﴿ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَـتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ﴾ 31

یعنی: "اور اگر بہنیں دو ہوں تو بھائی کے ترکے سے وہ دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔"

واضح رہے کہ بھائی ہونے کی صورت میں بھی بہن دیگر تہذیبوں کی طرح بالکل محروم نہیں ہوتی بلکہ عصبہ بالغیر ہونے کی حیثیت سے وارث بنتی ہے۔اور تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ بھائی کو بہن کی بنسبت دگنا ملے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَإِنْ كَانُوْٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَـيَيْنِ﴾ 32

یعنی: "اور اگر (مرنے والے کے) بھائی بھی ہوں اور بہنیں بھی تو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔"

اگر اولاد میں سے صرف بیٹی یا پوتی موجود ہو تو اس صورت میں سگی بہن عصبہ مع الغیر ہونے کی حیثیت سے وارث بنے گی یعنی بیٹی یا پوتی کو نصف مال ملے گا۔ اور بقیہ بہن کو مل جائے گا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے مسئلہ وراثت کے بارے میں استفسار کیا گیا، جسکے ورثاء میں بہن، بیٹی اور پوتی تھے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ بیٹی کو آدھا مال ملے گا اور آدھا مال بہن کو مل جائے گا، (پوتی محروم ہو جائے گی) مزید یہ سوال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھ لو، ممکن ہے کہ ان کا جواب بھی یہی ہو، پھر یہی سوال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، اس موقع پر سائل نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری کا جواب بھی بیان کر دیا اور کہا کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں کہ آپ بھی ان کی تائید میں فتویٰ دیں گے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں بھی یہی جواب دوں تو یہ سیدھی اور ٹھیک بات سے دوری والی بات ہوگی کیونکہ اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ جو تھا میں وہی بات کروں گا پھر فرمایا:

" قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ"

یعنی: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کو نصف مال ملے گا اور پوتی کو دو تہائی مکمل کرنے کے لیے چھٹا حصہ ملے گا اور اب جو باقی مال ہو گا وہ بہن کا ہوگا۔" سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تک جب یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دی گئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا۔ 33

دیگر کتبِ احادیث میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس اجتہاد میں شریک سلمان بن ربیعہ کا بھی نام ہے۔ 34

اگر اولاد میں سے میت کا بیٹا یا پوتا، باپ یا دادا موجود ہے تو ایسی صورت میں سگی بہن محروم ہو جائے گی۔ کیونکہ انہیں وراثت میت کے کلالہ ہونے کی صورت میں ملتی ہے۔ 35

علاتی بہن

علاتی بہن، الاخت لاَب بھی کہا جاتا ہے، یعنی جن کی مائیں مختلف ہوں اور والد ایک ہو، 36 اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور ان سے اولاد ہو تو یہ اولاد باہمی طور پر علاتی بہن بھائی کہلائے گی۔

علاتی بہن اکیلی ہونے کی صورت میں اپنے علاتی بھائی کی وراثت سے نصف حصے کی مستحق ٹھہرتی ہے بشرطیکہ میت کے والد، دادا، اولاد سگے بہن بھائی اور علاتی بھائی موجود نہ ہو۔ 37

ایک سے زائد ہونے کی صورت میں انہیں دو تہائی مال ملے گا جو کہ ان کے مابین برابر تقسیم ہوگا۔ 38 سگی بہن کی موجودگی میں اسے چھٹا حصہ (تکملۃ للثلثین کے طور پر) ملے گا[39] ایک سے زائد سگی بہنیں موجود ہونے کی صورت میں۔ یا سگے بہن بھائی ہونے کی صورت میں بھی انہیں کچھ نہیں ملے گا۔ 40

جبکہ علاتی بہن یا علاتی بھائی کی موجودگی میں یہ عصبہ بالغیر ہونے کی حیثیت سے وارث بنے گی۔ 41

اخیافی بہن

اخیافی بہن بنو الام بھی کہا جاتا ہے، یعنی ماں کی طرف سے بہن بھائی، والد علیحدہ ہوں اور والدہ ایک ہی ہوں 42 جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ایک عورت پہلی شادی ختم ہونے یا شوہر کے فوت ہونے کے بعد دوسری شادی ہوئی اب دونوں شوہروں کی اولاد باہمی طور پر اخیافی بہن بھائی کہلائیں گے کہ ان کی والدہ تو ایک ہی ہے لیکن والد مختلف ہیں۔

اولاد اور والد کی عدم موجودگی میں اخیافی بہن اکیلی ہو تو اسے سدس (چھٹا حصہ) ملے گا اور اگر متعدد (ایک سے زائد) ہوں تو ان کا ایک تہائی حصہ ہوگا۔ جبکہ میت کی اولاد یا والد یا دادا موجود ہوں تو اس صورت میں اسے وراثت سے محروم ہونا پڑے گا۔ 43

بحیثیت بیٹی عورت کا استحقاق

بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں۔ اسلام کی آمد سے قبل عرب معاشرے میں لڑکیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا۔ جب بیٹی پیدا ہوتی تو بیٹی کے والد شرم محسوس کرتے تھے۔ عرب معاشرے شرم سے چھٹکارا پانے کے لئے لڑکیوں کو زندہ دفن کیا کرتے تھے۔ دورِ جاہلیت کی اس ناروا سلوک کو اسلام نے ہی ختم کیا، بلکہ اس رشتے کی عظمت دیکھئے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں، آپ ان سے بڑا پیار کرتے تھے، بالآخر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان میں سے حیات تھیں، جن کے بارے میں اظہار فرمایا: "یہ میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔" 44 لہٰذا بیٹی کی پرورش، تعلیم وتربیت اور اس کی کفالت کی ذمہ داری بہترین انداز سے نبھانا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ نیز اسلامی قوانین کی رو سے والد کی وراثت سے بیٹی کے لیے حصہ بھی مقرر کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے:

اگر اولاد میں صرف اکیلی بیٹی ہی ہو تو وہ میت کے کل مال میں سے نصف مال کی مستحق ہوگی۔ جیساکہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَها النِّصْفُ﴾ [45]

یعنی: "اگر وہ اکیلی ہو تو اسے آدھا مال ملے گا۔"

جبکہ ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو انہیں دو تہائی مال ملے گا۔ جیساکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ [46]

یعنی: "وہ اگر دو سے زائد ہوں تو ان کے لیے دو تہائی حصہ ہے۔"

اور اگر بیٹے وبیٹیاں دونوں ہوں تو مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ کے اصول کے تحت ان کے مابین مال تقسیم کیا جائے گا۔ جیسا کہ حکم الٰہی ہے:

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾ [47]

یعنی: "اللہ تعالیٰ تمہاری اولادوں کے حوالے سے تاکیدی طور پر حکم دیتا ہے کہ مرد کا دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔"

بحیثیت ماں عورت کا استحقاق

ماں ایک عظیم رشتہ ہے جس کا دنیا میں کوئی نعم البدل نہیں، ماں کی بے لوث محبت اور اولاد کے لیے قربانیوں کو دنیا کی تاریخ میں واضح مقام حاصل ہے، جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے اس عظیم رشتہ کے لیے اولاد کے مال سے خاص حصہ مقرر کیا ہے جو کہ یہ ہے کہ اگر اولاد یا ایک سے زائد بہن بھائی موجود ہوں تو میت کی ماں کے حصہ میں کل مال کا چھٹا حصہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ [48]

یعنی: "میت کی اولاد کی موجودگی میں والدین میں سے ہر ایک کے لیے متروکہ مال میں سے چھٹا حصہ ہے۔"

بصورت دیگر کل مال سے ایک تہائی ملے گا، ﴿فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [49]

یعنی: "میت کی ماں کے لیے کل مال میں سے تیسرا حصہ ہے۔"

جبکہ ورثاء میں خاوند، ماں اور باپ یا بیوی ماں اور باپ ہوں۔ (قانون وراثت کی اصطلاح میں جسے مسئلہ عمریتین کے نام سے جانا جاتا ہے۔) اس صورت میں ماں کو باقی ماندہ کا ایک تہائی مال ملے گا۔ [50]

بحیثیت نانی یا دادی عورت کا استحقاق

میت کی ماں موجود نہ ہو تو نانی، دادی چھٹے حصے کی حق دار ہیں۔ جبکہ ماں کی موجودگی میں دونوں کو کچھ نہیں ملے گا اور والد کی موجودگی میں دادی وراثت سے محروم رہے گی۔

بحیثیت پوتی عورت کا استحقاق

میت کا بیٹا، بیٹی اور پوتے کی عدم موجودگی میں اگر پوتی اکیلی ہو تو نصف مال کی حق دار ہوتی ہے جبکہ ایک سے زائد ہوں تو دو تہائی مال کی حق دار ہوں گی۔ [51]

اگر پوتا موجود ہے تو عصبہ ہونے کی حیثیت اصحاب الفروض سے بچا ہوا باقی مال پوتا، پوتی میں (للذکر مثل حظ الانثیین۔ مرد کے دو، عورت کا ایک حصہ) کے اصول کے تحت تقسیم ہوگا۔ البتہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا، پوتی محروم ہو جائیں گے۔ [52]

اگر بیٹی بھی ہو اور پوتی بھی تو بیٹی کو نصف اور پوتی کو (تکملۃ للثلثین) یعنی بیٹیوں کے حصے دو تہائی کو پورا کرنے کے لئے) چھٹا حصہ ملے گا۔53

بحیثیت بیوی عورت کا استحقاق

دین اسلام رہبانیت کا دین نہیں، اس میں دنیا سے علیحدہ رہنے کی مذمت کی گئی ہے اور شادی کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، چنانچہ ایک موقع پر ایک صحابی نے مکمل دین پر عمل پیرا ہونے کے لیے جب اس ارادے کا اظہار کیا کہ وہ شادی نہیں کرے گا تاکہ عائلی حقوق کی ادائیگی کی وجہ سے امور دین میں کسی قسم کی غفلت نہ ہو، لیکن رسول اکرم نے اس کے اس ارادے کو قابل تعریف نہ جانا بلکہ خود اپنی شخصیت اور سیرت کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: "میں تم سے زیادہ متقی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں نفلی روزے رکھتا ہوں تو کبھی نہیں رکھتا، میں رات کا قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی اور میں نے بھی شادیاں کیں ہیں، جس نے میری سنت سے دوری اختیار کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"54 شادی کے بعد مرد و عورت پر ایک دوسرے کے تعلق سے دین اسلام میں حقوق مقرر کیے گئے اور دونوں کو ہی ایک دوسرے کی عزت و توقیر کا پابند کیا گیا ہے۔ نان و نفقہ کے تعلق سے پابندی مرد پر عائد کی تو امورِ خانہ کی ذمہ دار عورت کو قرار دیا۔ دونوں کی کاوشوں سے گھروں میں خوشحالی ممکن ہے، لیکن جب ان میں سے کوئی ایک دنیا سے کوچ کر جائے تو دوسرا فرد جو اب تک شریک حیات تھا کیا اس کے مال کا وارث بنے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس کے مال میں سے مستحق وراثت ہے، شوہر بیوی کے مال سے اور بیوی شوہر کے مال سے حصہ پائے گی۔ یہاں صرف بیوی کا مقررہ حصہ بیان کرنا مقصود ہے جو کہ یہ ہے:

بیوی اپنے شوہر کی وراثت سے اولاد کی موجودگی میں چوتھے حصے کی مستحق ہوتی ہے جبکہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اسے ملے گا۔55

ایک شبہ کا ازالہ

سطور بالا سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین اسلام میں عورت کے لیے مقررہ حصے موجود ہیں جو صورتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں، لہٰذا اس سطحی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی کہ دین اسلام میں مرد و عورت کے مابین برابری نہیں کی جاتی اور عورت کو مرد کی بنسبت کم حصہ دیا جاتا ہے جو کہ صنفِ نازک کے ساتھ زیادتی و ظلم ہے۔ اسلام ہر وارث کو اس کی حیثیت، میت سے قرابت اور ذمہ داریوں کو سامنے رکھتے ہوئے حصہ دیتا ہے، ان امور کے لحاظ سے ورثاء کے حصے میں فرق نظر آنا لازمی امر ہے، یہی معاملہ عورت کے حصے کا ہے جہاں اس کا حصہ زیادہ ہے وہاں اس کی قرابت اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کبھی مردوں کا باہم ایک دوسرے سے حصہ کم زیادہ ہو سکتا ہے اور کبھی دو عورتوں کا حصہ آپس میں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہو سکتا ہے، اسی طرح مرد و عورت کا حصہ بھی ایک دوسرے سے کم اور زیادہ ہو سکتا ہے۔ اس تفاوت کا سبب ان صورتوں میں عورت کا حیثیت کا تفاوت ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھی جائے کہ ہمیشہ عورت کا مرد سے حصہ کم نہیں ہوتا، بلکہ اس میں خاصی تبدیلیاں آتی ہیں۔ جیساکہ درج ذیل ہیں۔

کچھ احوال ایسے ہیں کہ ان میں مرد وخواتین کا حصہ برابر نظر آتا ہے، مثال کے طور پر میت کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بہن بھائی کا حصہ ان کے درمیان مذکر و مؤنث میں برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔

کچھ صورتیں ایسی بھی کہ مرد اپنی مردانگی کے باوجود عورت کی بنسبت کم مال حاصل کرتا ہے اور عورت کو زیادہ مال ملتا ہے، اور وہ مردانگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کم حصہ کو بڑھا نہیں سکتا۔ مثال کے طور پر ایک عورت مال وراثت چھوڑ کر فوت ہوئی، ورثاء میں بیٹی، شوہر اور والد ہیں۔ اس صورت میں میت کے مال سے بیٹی کو آدھا مال ملے گا، جبکہ شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا اور والد کو جو باقی گا وہی مال ملے گا، یوں سمجھ لیں گے 100 روپے میں سے پچاس روپے بیٹی کو ملے اور 25 روپے شوہر کو ملے اور باقی 25 روپے والد کو ملیں گے۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بعض صورتوں میں مرد وراثت سے محروم ہو جاتا ہے، جبکہ عورت کو حصہ ملتا ہے، مرد اپنی مردانگی، قوت میں عورت سے مضبوط ہونے کے باوجود حصہ حاصل نہیں کر پاتا۔ اور نہ ہی اس کا مجاز ہے۔ مثلاً کوئی شخص فوت ہوا، اور ورثاء میں بیٹی / بیٹیاں اور سگی بہن / بہنیں ہیں، اور چچا/علاتی بھائی/اخیافی بھائی ہیں۔ اس صورت میں بیٹی/بیٹیاں اور سگی بہن / بہنوں میں ہی کل مال تقسیم ہو جاتا ہے، اور چچا/علاتی بھائی/اخیافی بھائی محروم ہو جاتے ہیں۔

اب اس مثال میں غور کریں ایک عورت کو اتنا مال ملا جو کہ دو مردوں کو مل رہا ہے۔

گذشتہ تین صورتوں کے مطالعہ سے یہ واضح ہوگیا کہ کسی صورت میں عورت اور مرد کا حصہ برابر، کسی صورت میں عورت اور مرد کے حصے میں ایسا تفاوت کے مرد کی بنسبت عورت کو زیادہ ملتا ہے اور بعض صورتوں میں مرد تو وراثت سے محروم ہے لیکن عورت بحیثیت وارث اپنا حصہ وصول کرتی ہے، اب چوتھی صورت جسے محل اعتراض بنایا جاتا ہے کہ مرد کو عورت کی بہ نسبت کم کیوں ملتا ہے غور طلب بات یہ ہے کہ جہاں بھی مرد کو عورت کی بہ نسبت دگنا مال ملتا وہاں مرد کی ذمہ داری کا خیال رکھا گیا ہے مثلاً

جب میت کے ورثاء میں صرف والدین ہی ہوں اور کوئی اولاد بھی نہ ہو تو والد کو والدہ کی بہ نسبت دگنا حصہ ملتا ہے، یعنی والدہ کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی والد کو مل جائے گا۔

یہاں والد کو دگنا ملنے کی ایک معقول وجہ نظر آتی ہے میت کا والد، میت کی والدہ کفیل بھی ہے، گویا کہ والد کو دگنا والدہ کی ذمہ داری کی وجہ سے دیا جارہا ہے، اس کے باوجود والدہ کو حصہ بھی مل رہا ہے اور اس حصہ میں اسے کسی کا مالی طور پر ذمہ دار نہیں بنایا گیا۔ بلکہ بظاہر والد کو دگنا مل رہا ہے لیکن حقیقی صورتحال یہ ہے کہ والدہ کو دگنا مل رہا ہے کیونکہ والد کے ذمے والدہ کی مالی ذمہ داری ہے، جو ظاہر سی بات ہے کہ اس نے اپنے مملوکہ مال ہی میں سے ادا کرنی ہے، گویا کہ اسے دیئے گئے اضافی مال میں والدہ کے مالی حقوق کا بھی بندوبست کر دیا گیا ہے جو کہ والد کے ذمے ہیں۔

مزید صورتیں بھی ہیں، جن میں مرد کا حصہ عورت کی بہ نسبت دگنا ہو سکتا ہے، لیکن ان صورتوں میں پیش نظر مصلحت یہی ہے کہ مرد کو عورت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ لہٰذا اس تقسیم میں عورت کے ساتھ زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ عادلانہ اندازِ تقسیم کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

References

[1] محمد مظہر الدین صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم، صفحہ: 1، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

[2] لیوس میور، مترجم یاسر جواد، سعدیہ جواد، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا: 159، نگارشات مزنگ روڈ لاہور

[3] لیوس مور، مترجم: یاسر جواد سعدیہ جواد، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، صفحہ: 129، نگارشات 24۔ مزنگ روڈ لاہور

[4] سید جلال الدین انصر عمری، عورت اسلامی معاشرے میں: 18، طبع اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

[5] حافظ محمد شارق ، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ: 347، کتاب محل لاہور

[6] مترجم کرپارام شرما جگرانوی، منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے 5، اشلوک 55۔66، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[7] مترجم کرپارام شرما جگرانوی، منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے 9، اشلوک 59، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[8] مترجم، کرپارام شرما جگرانوی، منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے 9، اشلوک 62، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[9] حافظ محمد شارق، ہندومت کا تفصیلی تعارف: 359، کتاب محل لاہور

[10] مبارک علی ڈاکٹر ،تاریخ اور مذہبی تحریکیں، 68، فکشن ہاؤس 18۔ مزنگ روڈ لاہور

[11] مترجم، کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے 9، اشلوک 118، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[12] محمد بن احمد ابوریحان البیرونی، کتاب الہند اردو، صفحہ 516، طبع الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ لاہور 2005

[13] ناتی ہندی میں نواسے کو کہا جاتا ہے: جیسا کہ ارشد رازی صاحب کی اردو مترجم منو شاستر میں ہے۔

[14] مترجم کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے 9 اشلوک 130، 131، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[15] مترجم کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے، 9 اشلوک 132، 133، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[16] مترجم کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے، 9 اشلوک 134، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[17] مترجم کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے، 9 اشلوک 135، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[18] www.wikipedia.org

[19] محمد بن احمد ابوریحان البیرونی، مترجم: کتاب الہند اردو، صفحہ 516، طبع الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ لاہور 2005

[20] مترجم کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے، 9 اشلوک 193، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[21] مترجم کرپارام شرما جگرانوی منودھرم شاستر (اردو)، ادھیائے، 9اشلوک 198، ویدک دھرم پریس دھلی طبع اول

[22] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر:2آیت نمبر:19

[23] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر:2آیت نمبر:32

[24] محمد بن عيسى الترمذي، أبو عيسى، جامع الترمذى، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة النساء، حديث نمبر:3022، دار السلام رياض،
أحمد بن محمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل: جلد نمبر 44، صفحه 320، ح:26736، مسند النساء، حدیث ام سلمۃ، مؤسسۃ الرسالۃ
سليمان بن أحمد، أبو القاسم الطبراني، المعجم الكبير، جلد نمبر 23۔ صفحه 280، مسند أم سلمة، مكتبه ابن تيميه قاهره

[25] محمد شفیع مفتی، تفسیر معارف القرآن: جلد نمبر2، صفحہ 388، مکتبہ معارف القرآن کراچی

[26] عبدالرحمٰن کیلانی مولانا، تفسیر تیسیر القرآن: جلد نمبر1 صفحہ نمبر395، مکتبہ السلام وسن پورہ لاہور

[27] محمد شفیع مفتی، تفسیر معارف القرآن: جلد نمبر2، صفحہ 390، مکتبہ معارف القرآن کراچی

[28] Rehman, Habib and Shahzad, Muhammad Asghar, ادارہ تحقیقات اسلامی کی اسلامی معاشیات پر مطبوعات: تبصرہ و تجزیہ (A Review of the Publications of Islamic Research Institute on Islamic Economics) (February 2, 2018). Fikr-O-Nazar, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad. (January- June 2018), Volume 55, Issue 3-4. Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=3117133

[29] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر:2آیت نمبر:176

[30] محمد عميم الإحسان المجددي البركتي، التعريفات الفقهية، صفحه 184، دار الكتب العلمية

[31] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر:2آیت نمبر:176

[32] ایضاً

[33] محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، صحيح البخاري، حديث نمبر:6736، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة الابن مع البنت طبع دار السلام رياض

[34] سليمان بن الأشعث بن إسحاق الأزدي السِ□ِجِسْتاني أبو داود، سنن أبي داؤد، حديث نمبر 2890، كتاب الفرائض، باب ماجاء فى ميراث الصلب طبع دار السلام رياض،
محمد بن عيسى بن سَوْرة، الترمذي، أبو عيسى، جامع الترمذي، ابواب الفرائض، باب ما جاء في ميراث ابنة الابن مع ابنة الصلب، حديث نمبر:2093، طبع دار السلام رياض،
محمد بن يزيد القزويني، ابن ماجة أبو عبدالله، سنن ابن ماجه، كتاب الفرائض، باب فرائض الصلب، حديث نمبر:2721، طبع دار السلام رياض

[35] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر: 2 آیت نمبر: 176

[36] محمد عميم الإحسان المجددي البركتي، التعريفات الفقهية، صفحه 46، دار الكتب العلمية

[37] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر: 2 آیت نمبر: 176

[38] ایضاً

[39] عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، الفوائد الجلیۃ فی المباحث الفرضیۃ، صفحہ: 37،36، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ۔ الریاض

[40] مصنفین کی ایک جماعت، موسوعۃ فقہیۃ، جلد نمبر 3 صفحہ 40، بحث ارث، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ۔ الکویت

[41] مصنفین کی ایک جماعت، موسوعۃ فقہیۃ، جلد نمبر 3 صفحہ 41، بحث ارث، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ۔ الکویت

[42] محمد عميم الإحسان المجددي البركتي، التعريفات الفقهية، صفحه 46، دار الكتب العلمية

[43] مصنفین کی ایک جماعت، موسوعۃ فقہیۃ، جلد نمبر 3 صفحہ 41، بحث ارث، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ۔ الکویت

[44] محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب فاطمة رضى الله عنها، حديث: 3767، طبع دار السلام رياض

مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة بنت النبى، حديث: 2449، دار السلام رياض

[45] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر: 2 آیت نمبر: 11

[46] ایضاً

[47] ایضاً

[48] ایضاً

[49] ایضاً

[50] مصنفین کی ایک جماعت، موسوعۃ فقہیۃ، جلد نمبر 3 صفحہ 31، بحث ارث، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ۔ الکویت

[51] مصنفین کی ایک جماعت، موسوعۃ فقہیۃ، جلد نمبر 3 صفحہ 39، بحث ارث، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ۔ الکویت

[52] ایضاً

[53] ایضاً

[54] محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح، رقم الحديث: 5063، دار السلام رياض

[55] القرآن الکریم، سورۃ النساء، سورۃ نمبر: 2 آیت نمبر: 11